نقشِ آغاز

قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق

کا

سفرِ آخرت

۷ستمبر بروز بدھ بیس منٹ کم ۲ بجے پوری پون صدی کی تابنا کی اور تابندگی کے بعد ماہتابِ علم و فضیلت اور آفتاب رشد و ہدایت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ یعنی قائد شریعت استاذ العلماء، محدثِ جلیل شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا عبدالحق صاحبؒ پورے عالم کو سوگوار چھوڑ کر داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تقریباً ڈھائی بجے کے قریب دارالعلوم حقانیہ کے دفتر اہتمام میں حضرت قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے انتقالِ پُر ملال اور سانحہ ارتحال کی یہ اطلاع پہنچی۔ تو اس خبر وحشت اثر سے سب دم بخود رہ گئے۔ کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ واقعۃً بھی حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ اس دارِ فانی سے رحلت فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راہیٔ دارالبقاء ہو گئے ہیں۔ ادھر ریڈیو پاکستان نے تین بجے کے خبرنامہ میں حضرت کے سانحہ ارتحال کی خبر نشر کر دی۔ تو قرب و جوار، صوبہ سرحد کے مختلف اضلاع، ملک بھر کے دور دراز علاقوں، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے مختلف مقامات سے بذریعہ ٹیلیفون خبر کی تصدیق اور نماز جنازہ کا وقت معلوم کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو رات گئے تک جاری رہا۔ عام لوگ اکوڑہ شہر، نوشہرہ، رشیدو، جہانگیرہ، پشاور اور گرد و نواح کے علاقات سے تحقیقِ حال کے لئے وحشت اور سراسیمگی، دیوانہ وار اور بدحواسی کے عالم میں مضطربانہ انداز میں بھاگے بھاگے دارالعلوم پہنچنے لگے۔ جو شخص جس حال میں تھا اٹھ کھڑا ہوا۔ ریڈیو پاکستان کے پانچ بجے کے خبرنامہ سے جب لوگوں کو اس خبر کی مزید تصدیق ہو گئی اور ادھر دفتر اہتمام سے بھی فون پر معلومات کرنے والوں کو صورتِ حال سے آگاہ کیا جاتا رہا تو اس اندوہناک حادثہ کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ علمی و دینی حلقوں، علماء و مشائخ، دارالعلوم کے فضلاء، دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ، محاذِ جنگ کے افغان مجاہدین اور پاکستان میں افغان مہاجرین اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے متعلقین، مخلصین اور عامۃ المسلمین

کے مکانات ماتم کدوں میں تبدیل ہو گئے۔ ہر شخص کے چہرے پر حزن و ملال اور رنج و غم کے آثار ہویدا تھے۔ دارالعلوم میں لوگوں کا انبوہ اور جمِ غفیر جمع ہو گیا۔ ہزاروں آنکھوں سے اشکہائے غم ٹپکنے لگے۔

اس سے قبل جب سوا تین بجے حضرت شیخ الحدیثؒ کا جسدِ اقدس خیبر ہسپتال پشاور سے بذریعہ ایمبولینس دارالعلوم لایا گیا تو طلبہ و اساتذہ اور حاضرین اپنے گریہ و بکا کو ضبط نہ کر سکے۔ غم و اندوہ کے اظہار اور اپنے آنسوؤں پر کسی کو اختیار نہیں رہا تھا۔ صبر و ضبط کے بندھن ٹوٹ چکے تھے۔ بے اختیار رونا، سب کا حال بن چکا تھا۔ سب ہچکیاں لے لے کر رو رہے تھے۔ تھوڑی دیر یہاں رکنے کے بعد ایمبولینس حضرت شیخ الحدیثؒ کے اپنے آبائی گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ جہاں مرحوم نے اپنی زندگی کی ۸۰ بہاریں گذاری تھیں۔ دس پندرہ منٹ تک مرحوم کے جسدِ خاکی کو ان کے آبائی گھر رکھا گیا۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت اقدسؒ کا جسدِ مقدس دارالعلوم لایا گیا حزن و ملال اور حیرت و سکتہ کی سی کیفیت سب پر طاری تھی۔ طلبہ اور چھوٹے بچوں کے پھولوں کی طرح شگفتہ چہرے کملا گئے تھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ آج مسلمان، مردوں، عورتوں اور بچوں کے شفیق باپ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور وہ سب یتیم رہ گئے ہیں۔ ان کی تمام مسرتیں چھین لی گئی ہیں۔

فضا میں ایک عجیب کیفیت اور وحشت ناک حالت طاری ہو گئی تھی۔ یاس و ارمان، رنج و اندوہ اور حسرت و افسوس کا اندھیرا چھا گیا تھا جس نے دلوں کے جذبات اور باطنی احساسات کو اور زیادہ گہرا کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت اقدس کے عزیز و اقارب، نسبی ابناء، دارالعلوم کے طلبہ و اساتذہ، روحانی فضلاء و ابناء افغان مجاہدین و مہاجرین اور صوبہ سرحد کے مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پورے ملک اور عالمِ انسانی کا سرمایہ سکون و طمانیت لٹ گیا ہے۔ حضرتؒ کے جسدِ اقدس کو دارالحدیث میں رکھ دیا گیا اور لوگ ایک نظر دیکھنے کے لئے دیوانہ وار پل پڑے۔ نظم و ضبط کا قائم رکھنا ناممکن ہو گیا۔ عصر تک یہی عالم رہا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ کائنات کا ذرہ ذرہ سوگوار ہے ؎

جس کو دیکھو ہوش گم، فریاد برلب اشک ریز — جس کو دیکھو مضطرب، بے چین و مضطر بے قرار
جس کو دیکھو ہے جگر مجروح دل سوز و گداز — جس کو دیکھو کربِ حرماں، یاس و حسرت کا شکار

ادھر دارالعلوم کے مشائخ اور اساتذہ کرام کا اجلاس ہوا سب کے دل غم و اندوہ سے معمور تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں مگر قدرت کا جو فیصلہ تھا اسے سب کو برضا و رغبت قبول کرنا ہی تھا۔ بڑے صبر و تحمل، بردباری حوصلہ اور عزیمت کے ساتھ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے اساتذہ کرام نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ کے انتظامات، وقت اور جنازہ گاہ کا تعین۔ دور دراز سے آنے والے افراد کی رہنمائی، ضروریات کی فراہمی۔ پانی اور بجلی کا انتظام بحسبِ ضرورت شامیانوں کا اہتمام۔ ازدحام میں جنازہ کی حفاظت اور اس سلسلہ کے اہم انتظامی

امور کا فیصلہ کیا گیا۔ دارالعلوم کے اساتذہ کی نگرانی میں متعدد جماعتیں تشکیل دی گئیں اور کام تقسیم کر دیئے گئے۔

حضرتؒ کے چاروں صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ، حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ، پروفیسر محمود الحق اور جناب اظہار الحق صاحبان غم سے نڈھال تھے تاہم صبر و عزیمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنے دیا۔ لوگ دار الحدیث میں حضرت اقدسؒ کا دیدار کرتے اور دفتر اہتمام میں حضرت کے صاحبزادوں سے اپنی یتیمی و بےکسی اور ان کے ساتھ غم میں برابر کی شرکت کا اظہار کرتے۔ مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اساتذہ کرام کے انتظامی امور کی باہمی مشاورت اور فیصلوں کو بڑی توجہ سے سنا اور اپنے گراں قدر تجاویز اور مشورے بھی دیئے۔ نماز عصر کے قریب تقریباً ساڑھے پانچ بجے حضرتؒ کے جسدِ اطہر کو مولانا سمیع الحق مدظلہ کے گھر لے جایا گیا، جہاں حضرتؒ کے تمام عزیز و اقارب، خواتین اور خاندان کے افراد جمع تھے اور جو حضرتؒ کی آخری ملاقات کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

احقر دو روز قبل ۵ دن کے ارادہ سے اپنے آبائی گاؤں (چودہوان ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان) جا چکا تھا۔ ابھی دو راتیں گذاری تھیں کہ طبیعت بے قرار ہو گئی۔ بدھ کی رات کو والدہ سے اجازت لی اور صبح ڈیرہ اسمعیل خان کے راستے کلاچی کے لئے روانہ ہوا۔ خیال تھا کہ ایک رات وہاں گذاروں گا اپنے اساتذہ کی زیارت و ملاقات بھی ہو جائے گی اور کچھ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ قرابت و صلہ رحمی کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

ڈیرہ پہنچا تو یہ ارادہ بھی بدل گیا۔ یہ حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت تھی یا حینِ حیات ان کی توجہ و عنایت کی برکتیں، کہ وہاں سے بغیر کسی تاخیر کے سیدھا اکوڑہ خٹک کے لئے روانہ ہوا۔ کوئی سوا تین بجے تھے کہ فلائنگ کوچ نے دارالعلوم کے سامنے اتار دیا۔ ایک طالب علم کی نظر پڑی تو وہ دوڑ کر بھاگا بھاگا آیا، بیگ ہاتھ سے لے لیا اور بڑی حسرت و افسوس، بھرائے لہجے اور اشکبار آنکھوں سے حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کے انتقال کی خبر سنا دی۔ زمین پاؤں تلے سے نکل گئی۔ ہوش گم، حواس میں تعطل، مگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور جلد دارالعلوم کے اساتذہ اور خدمت پہ مقرر طلبہ اور مخلص کارکنوں کی ٹیموں کے ساتھ کام میں شریک ہو گیا۔

بہر حال جب عصر کے وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جسدِ اقدس کو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے گھر لے جایا گیا تو وہاں بھی وہی اژدھام اور ہجوم، برقع پوش خواتین اپنے روحانی باپ، اپنے عظیم محسن، پیر و مرشد، قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ سے اپنی محبت کا اظہار، اور ان کی وفات کو اپنے لئے ایک عظیم حادثہ غم و اندوہ یقین کرتے ہوئے آ جا رہی تھیں۔ کوئی سسکتی جا رہی تھی تو کوئی ہچکیاں لیتی ہوئی آ رہی تھی۔

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید مدظلہ اور صاحبزادہ مولانا انوار الحق مدظلہ کی سرپرستی میں دارالعلوم کے مشائخ اور اکابر اساتذہ نے تعلیمات نبویؐ اور ایک ایک سنت رسولؐ کو ملحوظ رکھ کر مولانا سمیع الحق کے داماد جناب شفیق الدین فاروقی کے گھر میں غسل اور تکفین کا اہتمام کیا۔ میری خوش نصیبی تھی اور تقدیر کی موافقت

پہلے سے پروگرام کے ڈیرہ اسمٰعیل خان کے دور دراز علاقوں سے اٹھا کر حضرت اقدسؒ کے آخری دیدار، غسل اور تکفین اور نماز جنازہ اور اس سلسلہ میں قدرے خدمت میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع مرحمت فرمایا گیا۔

غسل کے عمل سعادت میں جناب مولانا عبدالجمیل فاضل دیوبند جن کا حضرتؒ کے ننھیال سے تعلق ہے اور حضرت کے خاص خدام سے ہیں۔ مولانا قاضی انوارالدین صاحب اکوڑوی۔ دارالعلوم کے اساتذہ سے شیخ التفسیر مولانا عبدالحلیم دیروی۔ حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب۔ حضرت مولانا اسید اللہ صاحب۔ حضرت مولانا سیف اللہ صاحب۔ مولانا قاری عمر علی صاحب۔ پروفیسر محمود الحق صاحب اور جناب اظہار الحق صاحب۔ مولانا محمد ابراہیم فانی اور مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی شریک تھے۔

ادھر رات گئے تک ہزاروں افراد دارالعلوم پہنچ گئے تھے۔ دارالعلوم کی جامع مسجد، درسگاہوں، برآمدوں، مختلف احاطوں، اور اطراف کے چمنوں کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت رہی۔ مسجد و مدرسہ اور اطراف، جہاں بھی جو موجود تھا تلاوت، ذکر اور دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کر رہا تھا۔ غرض جدھر بھی نظر پڑتی تھی عامۃ المسلمین ایک دوسرے سے گلے مل مل کر رونے کے ارمان نکال رہے تھے۔ اور روتے روتے ایک دوسرے کو تسلیاں بھی دیتے تھے۔

قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ بار بار پڑھی تھی اس کا ترجمہ پڑھا بھی تھا اور بارہا پڑھایا بھی۔ مگر اس کا صحیح مفہوم اور تعبیر پہلی بار حضرت قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے جنازہ میں سمجھ آئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝	بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔

یوں تو اہل ایمان صالحین امت اور عاشقانِ رسولؐ بہت سے دینی اور دنیوی اکرام اور انعام سے نوازے ہی جاتے ہیں مگر کبھی کبھی کارکنان قضا و قدر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں ان کے مناسب حال ایک مہتم بالشان فیضان و نوال کا انتظام بھی ظہور میں لاتے ہیں۔ جیسے مندرجہ بالا آیت کریمہ میں لفظ " وُدّ " سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو محبت کا فردِ کامل ہے۔ یہ مقام محبت والفت اور مقام تسلیم و رضا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے مخصوص بندوں کے لئے انعاماً اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ ہر طرف سے خدا تعالیٰ کی محبت میں مرمٹنے والے کے لئے محبت ہی محبت کی پکار ہوتی ہے۔ اس انعامی اور اجتبائی محبت کے مقام کا خصوصی وقت کونسا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کو مقام بشریٰ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا	ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو۔ اور تم جنت (کے ملنے) پر

بالجنّۃ التی کنتم توعدون ۞ خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔

اور مقام بشریٰ کا ظہور تین موقعوں پر ہوتا ہے۔ امام وکیع بن الجراحؒ نے اس پر تصریح کی ہے کہ

البشریٰ تکون فی ثلث مواطن "بشریٰ" کا اظہار تین مقام پر ہوتا ہے

عند الموت[1] و فی القبر[2] و عند البعث[3] موت[1] کے وقت، قبر[2] میں اور قیامت[3] کے روز

اپنے اساتذہ سے بارہا سنا ہے کہ صالحین کی زبان سے مدح، خدا تعالیٰ کی جانب سے مدح ہے ان کا اظہار مذمت خداوندی مذمت کا مظہر ہے۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک جنازہ سامنے آیا۔ حضرات صحابہ کرام نے اس میت کی تعریف کی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بس اللہ کا یہی فیصلہ ہے (کہ یہ صالح اور جنتی ہے) پھر ایک دوسرا جنازہ گذرا تو صحابہ کرام نے اس میت کے خلاف کلمات بولے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے (تمہاری گواہی کے مطابق عتاب اور ناراضگی کا سزاوار ہوگا) اس کے بعد صحابہ کرامؓ سے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

انتم شھداء اللہ فی الارض ۞ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

یہ تو حضرات صحابہؓ کو خطاب ہے اور ایک دوسری روایت میں

المومنون شھداء اللہ فی الارض ۞ کہ مومنین زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں۔

کے الفاظ منقول ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صرف صحابہ کرامؓ کی تعیین نہیں اہل صلاح اور صالحین امت بھی اس کا مصداق ہیں۔ پھر اسے صرف ایک اعتقادی چیز بنا کے نہیں رکھا گیا بلکہ صلحاء امت کی موت اور ان کی زندگی کے حالات اس کے واقعاتی شاہد بنا دئے جاتے ہیں۔ ان کے وصال اور سانحہ ارتحال کے موقعہ پر اہل ایمان کے قلوب میں ایسا ہیجان اور محبت اور اضطراب ڈال دیا جاتا ہے جس سے دنیا میں فزع اکبر کا نمونہ قائم ہو جاتا ہے۔ بالخصوص جب سانحۂ ارتحال قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ جیسی خدا پرست شخصیت کا پیش آجائے۔ جس کی ساری زندگی قال اللہ اور قال الرسول میں گذری ہو۔ جس نے انسان تو انسان دانستہ طور پر کسی ذی روح تک کو اذیت دینے سے گریز کیا ہو۔ جس کے تقدس کی آسمان کے فرشتے قسم کھاتے ہوں۔ جو نفاذ شریعت اور غلبہ حق کے لئے مطعون کیا گیا ہو۔ جو ترویج شریعت اور اعلاء کلمۃ الحق میں مظلوم رہا ہو۔ جس نے اقتدار کی رنگینیوں، سیاست کی دلفریبیوں دولت کے انباروں اور لالچ اور ظلم و تشدد کے ہر حربہ کو ناکام بنا دیا ہو۔ جو ہوا کے رخ پر اڑنے اور مروج لادینی سیاسی اطوار سے بالاتر رہ کر خالصتہً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست اور نبیؐ کی سنت پر راسخ العزم اور ثابت القدم رہا ہو تو ایسی شخصیت کا سانحۂ ارتحال، زندگی کا انجام بالخصوص یوم الجنازہ، نوریوں، ناریوں اور خاکیوں کی والہانہ عقیدت اور محبت، پانی کی مچھلیوں اور ہوا کے

پرندوں تک کا اضطراب اور وارفتگی، نیک دل صالحین، علماء و مشائخ اور طلبۂ دین اور عامۃ المسلمین کا خلوص اور وابستگی و ازدحام ارباب حکومت و سیاست، اور اہلِ اقتدار کا اظہار تعلق۔ ارباب ضلالت اور اہلِ بدعت کے لئے تنبیہ و انذار اور عبرت و اتمام حجت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس موقع کی نشاندہی اپنی زندگی میں ان الہامی الفاظ سے کی تھی کہ

بیننا و بین اھل بدع یوم الجنائز — اہلِ بدعت اور ہمارے درمیان فیصلہ کا دن "یوم الجنائز" ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے اس ارشاد کی روشنی میں قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ کو بھی حق پرستوں اور اہلِ ضلالت کے درمیان ایک فیصلہ کن دن قرار دیا جاسکتا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے جنازے تاریخ کی روایت میں اپنی مثال آپ تھے۔ امام ابن تیمیہؒ کے جنازے کو بھی تاریخ نے بڑی وقعت اور اہمیت کے ساتھ محفوظ کیا ہے۔ پھر بھی برصغیر میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے جنازوں نے بھی نیا باب رقم کیا ہے۔ اور اب قائد شریعت شیخ الحدیثؒ کے تاریخی جنازے سے گویا تاریخ کے "باب یوم الجنائز" کی تکمیل ہوگئی ہے۔ اب اگر تاریخ امام اعظمؒ، امام احمدؒ ابن تیمیہؒ۔ حضرت لاہوریؒ۔ حضرت مدنیؒ اور حضرت امیر شریعتؒ کے جنازوں کا ذکر کرے گی تو قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے مہتم بالشان جنازے کا تذکرہ کئے بغیر خود کو نامکمل اور ناقص پائے گی۔

بہرحال رات کو ریڈیو پاکستان کے ۸ بجے کی خبروں اور ٹیلی ویژن کے ۹ بجے کے خبرنامہ میں صبح دس بجے دارالعلوم حقانیہ سے جنازہ اٹھائے جانے کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ صبح پو پھٹتے ہی ایک سیلاب تھا کہ امڈ آیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دم کے دم میں صوبہ سرحد کے تمام اضلاع، قرب و جوار کے علاقے الٹ پڑے۔ اور بستیاں ٹوٹ پڑی ہیں۔ دور دراز سے اکابر علماء، مشائخ، محدثین، اساتذہ۔ طالب علم رات کی اور صبح کی پروازوں سے پہنچ چکے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اہلِ اسلام اپنے محبوب قائد، اپنے عظیم رہنما اور اپنے مشفق استاذ کی رخصتی بڑی محبوبانہ شان اور بڑے دھوم دھام سے منانا چاہتے ہیں۔ سب کے دلوں میں آپ کی عظمت تھی کہ آپ واقعۃً علم و عمل کی سچی تصویر اور سلف صالحین کا عملی نمونہ تھے۔ آپ کی عظمت و جلالت اور ہر گونہ صلاحیت و کمال کی شہادت آپ کی زندگی کا ہر تارِ نفس مہیا کر رہا تھا۔ احقر نے اس موقع پر بعض مشائخ اور اکابر علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ طریق و ارشاد میں جنیدؒ وقت تھے۔ تبحر و معقولیت میں ثانی ابن حجرؒ تھے۔ سیاسی تدبیر و نظریات میں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے جانشین تھے۔ فقہی تدقیقات میں اپنے اساتذہ کا نمونہ تھے۔ اور جامع الکمالات، گوناگوں صفات اور اخلاق و عادات میں شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا عکس جمیل تھے۔ آپ کی ظاہری اور باطنی جامعیت کے پاک اثرات

عامۂ مومنین اپنے قلوب میں موجزن پاتے تھے۔ سب نے رات بھر جاگتے گذاری نیند کسے آئی تھی؟ سب کا ایک عالم تھا اور سب گویا زبانِ حال سے کہہ رہے تھے ؎

تمام رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے گرفتہ دل تھے بڑے رُوئے یاد کرکے تجھے

سب کی آنکھیں پُرنم تھیں۔ تمام رات اور سحری کے مبارک اوقات آہ و بکا، گریہ و زاری اور دعا و الحاح میں گذاری تھی۔ صبح طلوع ہو چکی تھی اور جب سورج نے آسمان کی فضاؤں سے پہلی بار جھانکا تو دور دراز علاقوں سے، دیوانگان شیخ عبدالحقؒ کے قافلے بسوں، ویگنوں، موٹروں، سوزوکیوں، ڈاٹسنوں اور ٹرینوں کے ذریعہ اپنے محبوب کے محبوب شہر اکوڑہ خٹک کی طرف رواں دواں ہو چکے تھے۔ اور جب سورج نے پوری طرح خود کو سنبھالا اور سیڑھی دو اوپر چڑھ کر پورے منظر کو دیکھنا چاہا تو اس وقت سب لوگ دارالعلوم دیوبند کے بعد جنوبی ایشیا کی سب سے بڑی اور اپنے طرز کی واحد اسلامی یونیورسٹی، علم و عمل، افغان مجاہدین کے جرنیلوں اور ان کے محاذ جنگ کے قائدین کی تربیت گاہ اور جہاد و حریت کی سب سے بڑی چھاؤنی دارالعلوم حقانیہ پہنچ چکے تھے۔ یہاں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی مگر قافلے اسی رفتار سے بڑھ رہے تھے جہاں پہلے سے ہزارہا مخلصین و محبین، معتقدین اور عامۃ المسلمین کا ایک عظیم جم غفیر اپنے محبوب اور مقدس راہنما کا آخری دیدار اور صلوٰۃ جنازہ میں شرکت کی سعادت کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور ان کے دیگر برادران دارالحدیث کے سامنے صبح سے ۹ بجے تک کھڑے رہے اور آنے والے حضرات ان سے معانقہ، مصافحہ اور ہاتھ ملاتے رہے۔ اس موقع پر بھی اکابر علماء، مشائخ، دارالعلوم کے قدیم فضلاء، عام روحانی ابناء اور مخلصین کی حضرت شیخؒ کے تصور فراق سے بے اختیار چیخیں نکل جاتی تھیں، مگر مولانا سمیع الحق۔ مولانا انوار الحق مدظلہ کے بھائی صبر و تحمل، استقامت اور عزیمت کا پہاڑ بنے رہے اور دوسروں کو تسلیاں دیتے رہے۔

صبح ۸ بجے اس مقدس اور عظیم ہستی کے جسد مبارک کو باہر لایا گیا۔ جسے دنیا "مولانا"، "شیخ الحدیث" اور "قائد شریعت" کے لقب سے یاد کرتی تھی۔ جس کے تقدس اور عظمت کے سامنے حکمران جھک جھک جاتے تھے جس کی شرافت کا لوہا ملک کے تمام سیاستدان مانتے تھے جس کی عظمت اور عزیمت کے سامنے اس دور کی بڑی سے بڑی اور اہم سے اہم شخصیت بھی سر نیاز خم کرنے کو قرین مصلحت سمجھتی تھی۔ انسانوں کا بے پناہ سمندر اس وقت موجزن تھا۔ ضعفاء اور کمزور کچلے اور بمشکل سنبھل سکے۔

قائد شریعتؒ کا جنازہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے گھر سے نکلا اور سڑک کے کنارے سے ہوتا ہوا دارالعلوم کے صدر دروازے سے احاطۂ دارالعلوم میں داخل ہوا۔ اور پھر بہزار دقت، بڑی تعب و مشکل اور نوجوان اور باہمت کارکنوں کی مستعدی اور حکمت عملی سے دارالحدیث کے اس مبارک اور مہبط انوار و برکات

ہال میں پہنچا دیا گیا۔ جہاں حضرت شیخؒ نے زندگی بھر بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور متعدد کتب حدیث کا درس پڑھایا تھا اور جہاں ہزاروں علماء، فضلاء اور مشائخ اور علوم نبوت کے ورثاء اور علوم دینیہ کے طلبہ نے اس چشمۂ فضل و معرفت، پیکر علم و عمل اور فیضان حق سے استفادہ فیض کیا تھا۔ اس کے بعد آفتاب رشد و ہدایت اور ماہتاب علم و فضل، قائد شریعت اور سالار قافلہ علماء حق کا دیدار عام شروع ہو گیا۔

اب اس کے بعد کا نقشہ کیسے کھینچوں، قلم کو تاب نہیں، الفاظ کو یارائے سخن نہیں وہ کیفیات کیا تھے؟ وجدانیات کی معراج کیا تھی؟ انوارات و برکات کے مشاہداتی احساسات کیسے تھے؟ چہرۂ اقدس کی تابانیت معصومیت اور نورانیت کا کیا عالم تھا؟ مشتاقانِ دید ایک نظر دیکھنے کو کس طرح بے تاب اور مرغ بسمل تھے اور دور سے ایک جھلک دیکھ لینے پر کس طرح نور و سرور اور کیف و مستی کی لذتیں حاصل ہوتی تھیں۔ یہ نقشہ کون کھینچ سکتا ہے۔ مجھے ہزار کوشش اور سعی کے باوجود اس کے بیان کرنے سے قاصر اور عاجز ہونے کا اعتراف ہے کوئی بھی اہل قلم ہو اور اسے کتنا ہی اپنے قلم پر عبور ہو اور اسے جتنا بھی اپنی تحریر پر ناز ہو ان کیفیات کا صحیح نقشہ نہیں کھینچ سکتا جو وہاں طاری تھیں۔

جن کارکنوں کی وہاں ڈیوٹی تھی ان کا بیان ہے کہ دارالحدیث میں آخری دیدار کرنے والے مشتاقانِ دید کے چہروں پر آنسوؤں کی لڑیاں ہوتی تھیں۔ ان کی داڑھیاں آنسوؤں کے موتیوں سے رات کے ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں حضرت شیخ الحدیثؒ کے چہرۂ اقدس کی تابندگی اور تابانی اور حسن و جمال اپنے عروج پر تھا۔ پھولوں کی پتیوں سی نزاکت اور معصوم مسکراہٹ کسی کا جی کب بھرتا تھا۔ سو بار کی زیارت و ملاقات کے بعد بھی یہی تمنا باقی رہتی ع

میں نے ابھی تک جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

احقر نے اس موقع پر بھی اکابر علماء اور مشائخ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم نے بڑے بڑے لوگوں کے جنازوں میں شرکت کی ہے بہت سے علماء اور صلحاء کا سفر آخرت دیکھا ہے۔ لیکن جو بات ہم نے قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے یوم الجنازہ میں دیکھی۔ دارالحدیث میں مرحوم کے دیدار عام اور پھر رخصتی کے اہتمام میں دیکھی۔ انوار و برکات اور تجلیات کے ورود میں دیکھی وہ اس سے قبل نہ دیکھی تھی۔ سب گریاں و بے حال، سب کی حالت دگرگوں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری کائنات سے زندگی اور بہاروں کی مسرتیں چھن گئی ہیں۔ محفل ہستی اجڑ گئی ہے گویا گلزار کائنات کا گوشہ گوشہ ویران پڑا ہے۔ زبان حال سے ہر شخص کے دل کی دھڑکن اور اس کے ہر دھڑک کی یہ آواز تھی ؎

اب کہاں دیکھیں گی آنکھیں جلوۂ خیر القرون — کون دکھلائے گا ہم کو عالم لایحزنون
کون شرف علم سے ابھرے گا مثل آفتاب — کون ذروں کو جلا بخشے گا مثل ماہتاب

کون برسے گا چمن پر اٹھ کے مانند سحاب جلوہ فرما کون سے پیکر میں ہوگا انقلاب
جانے والے اب کہاں سے تجھ کو لے آئیں گے ہم اب کسے آواز دیں گے جب بھٹک جائیں گے ہم

قائدِ شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ ایک مردِ عظیم تھے انسانیت کی آبرو، عرفان و ایقان کا تجمل، شریعت کے ہادی۔ مدارس کی رونق، اور جرأت و استقامت کے کوہِ گراں تھے۔ آج آپ کا جسدِ خاکی دارالحدیث میں رکھا گیا تھا جہاں سالہا سال تک اس محدثِ جلیل، مجاہدِ کبیر، قربانی کے پیکرِ مجسم، زاہد پاک باطن، مظہرِ اخلاق و انسانیت، آفتابِ ہدایت و طریقت اور قائدِ شریعت نے سینکڑوں اور ہزاروں نہیں لاکھوں تشنگانِ علوم کی پیاس بجھائی تھی۔ اور انہیں علم و معرفت کی شرابِ طہور سے سیراب کیا تھا۔

اللہ، اللہ! کیا تعلق خاطر تھا اس عظیم رہنما، تحریکِ نفاذِ شریعت کے قائد، جلیل القدر محدث، عزم و استقلال کے ہمالہ۔ علم و انکسار کے گلستان، دینِ حنیف کی شمع جاوداں۔ جہادِ افغانستان کے بحرِ مواج، مردِ قلندر مردِ حق، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کو اس پاک قطعۂ ارضی سے، جہاں بیٹھ کر مرحوم نے اپنی قیمتی زندگی گذاری تھی۔ حدیثِ رسولؐ پڑھا پڑھا کر رسولؐ کی معنوی ہم نشینی کی سعادتوں سے فیض یاب ہوا کرتے تھے۔ وہاں موت کے بعد بھی آئے بغیر چین نہ پڑا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر دارالعلوم کے دارالحدیث کے مبارک مکان کو اس سعادت کا موقعہ ملا۔ کہ جی بھر کر اپنے مکینِ مہ جبین کو دیکھ سکے اور اس کے در و دیوار ان کا آخری دیدار کر سکیں۔

محدثِ کبیر حضرت شیخ الحدیثؒ، حضرت شاہ ولی اللہ کے علم و ایقان کے امین، ارشاداتِ حسینیہ کے محرم، شہدائے بالاکوٹ کے اخلاص کے نقشِ کامل، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی زندہ تصنیف۔ وفاق المدارس العربیہ کے سرپرست ایک ہمہ گیر اور جامع شخصیت کے حامل تھے۔ اس لئے ہر طبقے اور ہر گروہ سے تعلق رکھنے والوں نے حضرت شیخ الحدیثؒ کے آخری دیدار کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا۔ جسم اقدس دودھ کی طرح سفید اور چہرہ بدرِ کامل کی طرح منور تھا جسدِ مبارک دارالحدیث میں رکھ دیا گیا تھا اور ہزاروں مشتاقانِ دید، جو دارالعلوم کے وسیع احاطوں، برآمدوں، درسگاہوں، مسجد اور باہر سڑک اور پٹڑی پر کھڑے ہوئے تھے کو نظم و ضبط کے ساتھ قطار در قطار اندر آنے اور حضرت شیخ الحدیثؒ کا آخری دیدار کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ دارالحدیث کا مین دروازہ بند کر دیا گیا۔ لوگ ایک دروازے سے داخل ہو کر اپنے محبوب قائد، اپنے محسن و مربی اپنے محبوب استاد، اس گنجینۂ علم اور پیکرِ عمل پر آخری نگاہ ڈالتے ہوئے خاموشی کے ساتھ دوسرے دروازے سے نکل جاتے۔ درسگاہوں کے سامنے برآمدوں کے راستے سے دارالحدیث کے جانب جنوب میں جو گیلری بنائی گئی ہے لوگوں کے سیلِ رواں اور بھیڑ کا ادھر بھی وہی عالم تھا جو نیچے تھا جو شخص جہاں پھنس گیا سو پھنس گیا نکلنا تو درکنار اپنے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلائے جا سکتے تھے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی مدظلہ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے (۸½) احقر کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ رات حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کو خواب میں دیکھا ہے۔ مرحوم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ غلافِ کعبہ کا تبرک میری کفنی قمیص کے نیچے میرے سینے پر رکھ دیجئے میں غلافِ کعبہ کا ٹکڑہ ساتھ لایا ہوں تاکہ حضرت کے سینے پر رکھا جاسکے۔

حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے مشورہ اور ان کی اجازت مرحمت فرمانے کے بعد احقر نے تین چار مضبوط اور توانا کارکن طالب علموں سے بات کرلی کہ راستہ بنا کر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور حضرت قاضی صاحب موصوف کو جسدِ اقدس کے پاس لے جایا جائے تاکہ غلافِ کعبہ کا تبرک شاملِ کفن کیا جاسکے۔ مگر ایک رفقاء اور کارکنوں کے راستہ بنانے کے باوجود ہم لوگ ابھی چند قدم آگے چلے تھے کہ ایسے پھنس گئے کہ جان بچانا بھی مشکل ہوگیا۔ بڑی مشکل سے حضرت قاضی صاحب موصوف اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو لوگوں کی بھیڑ اور جمگھٹے کے شکنجوں سے بچالیا گیا۔ ورنہ خدا جانے آگے کیا ہوتا۔ پھر جب تدفین کے عمل کا وقت ہوا تو منامی وصیت پر عمل کرتے ہوئے وہ امانت احقر نے پہنچا دی اور سینۂ اقدس پر رکھ دی گئی۔

ازدحام جم غفیر اور مشتاقانِ دید کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ اگر اوپر سے کوئی چھوٹی سی چیز نیچے پھینک دی جاتی تو اس کا زمین تک پہنچنا بہت مشکل تھا۔ لوگ آپس میں اس قدر متصل اور بھیج چکے تھے کہ جس کا جدھر منہ ہوا ادھر ہی رہ گیا۔ دوسری طرف مڑنا بھی کارے دارد تھا۔ بعض اوقات سمندر کی لہروں کی طرح ایک جانب سے ریلا آتا تھا تو دوسری جانب کے آخر تک لوگ اس طرح ہلنے لگتے جیسے سمندر کی مچھلیاں یا کسی بڑے دریا میں پانی کی لہریں حرکت میں آجاتی ہیں۔

اس قدر ہجوم، پھر سوگواروں کے بے پناہ اشتیاق و عقیدت اور ازدحام میں اکثر جانیں ضائع ہوجاتی ہیں۔ احقر نے جب یہ صورتِ حال دیکھی تو اندیشے بڑھنے لگے مگر خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہوا اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت تھی کہ کسی بھی جانی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔

مشتاقانِ دید اور محبین صادقین دارالحدیث کے دروازوں سے اندر جاکر اوپر گیلری کی کھڑکیوں سے جھانک جھانک کر حضرت اقدسؒ کا خوب خوب دیدار کر رہے تھے۔ گیلری کے راستے میں بھی ازدحام اس قدر بڑھ گیا تھا کہ بعض دوستوں کو گیلری کے گر جانے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ بہرحال نیچے ہو یا اوپر کسی بھی جگہ حضرتؒ کا دیدار آسانی سے مشکل ہوگیا تھا۔ احقر نے دیکھا کہ بعض احباب اپنے طویل القامت ہونے کا فائدہ اٹھا کر اور پنجوں کے بل کھڑے ہوکر لوگوں کے سروں سے دیکھتے اور بعض ایسے بھی تھے کہ لوگوں کے پاؤں میں بیٹھ کر ان کی ٹانگوں کے درمیان سے جھانکنے لگتے۔ غرض اضطراب تھا، کبھی نیچے جاتے کبھی اوپر آتے۔ دارالحدیث کے چھوٹے چھوٹے روشندانوں پر بھی بھیڑ کا وہی عالم تھا جو دارالحدیث کے دروازوں اور گیلری میں تھا۔

سب کی یہ خواہش تھی اور سب یہی چاہتے تھے کہ یہ اپنے محبوب کا آخری دیدار ہے پھر موقع نہیں ملے گا اس لئے سب نہایت قریب سے آفتاب شریعت کو جی بھر کر دیکھنا چاہتے تھے اور خود اپنا بھی یہی حال تھا غسل اور تکفین کے مرحلہ پر مشائخ اور اکابر اساتذہ کی جماعت کے ساتھ جب مجھے بھی خدمت کی سعادت کا موقعہ حاصل ہوا تو خدا گواہ ہے ہاتھ کام میں اور نگاہیں چہرۂ اقدس پر تھیں۔ دل دوسرے کام میں نہیں لگتا تھا آنکھیں کسی بھی دوسری جانب نہیں پھرتی تھیں۔ دل کی یہ خواہش تھی کہ آج دیکھنے کا ارمان نکال لوں کیونکہ زندگی میں ان کی عظمت، رعب وجلال اور بے پناہ لطف وجمال کی وجہ سے جی بھر کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔ بہرحال یہ پہلا موقعہ تھا کہ احقر کو جی بھر کر چہرۂ اقدس کو دیکھنے کی سعادت حاصل رہی۔ ورنہ زندگی میں آنکھیں ملانے کی کب اور کسے جرأت ہوسکتی تھی۔

اگر اپنا تاثر لکھدوں تو شاید اسے میری از خود رفتگی کا نتیجہ بھی قرار دے دیا جائے۔ مگر اکابر علماء، مشائخ، فضلاء اور صالحین امت اور ہزاروں خوش بختوں جن کو اس روز حضرت شیخ الحدیثؒ کی دید و ملاقات اور آخری زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اپنے تاثرات اور شہادت بیان کرتے ہوئے کہا کہ "ایسی ملائمت"، "مسکراہٹ"، اتنا سکون اور چہرۂ اقدس پر تازگی اور شگفتگی انہوں نے کبھی بھی کسی کی نہیں دیکھی۔ شیخ کی آنکھیں بند تھیں اور منہ بند۔ لیکن لبوں پر ایسی مسکراہٹ کہ جس پر دل از خود رفتہ ہوتے، بے اختیار نثار ہوتے اور تڑپ جاتے تھے ان کا بیان تھا کہ ہم جوں جوں حضرت شیخؒ کے چہرۂ منور کو دیکھتے تھے ہمیں اپنے خانۂ دل میں روشنی نظر آتی تھی اور بخدا اس موقع پر اہل بصیرت نے جس قدر کسب فیض اور تحصیل نور کیا اس سے قبل کبھی اتنا نہیں کیا تھا چہرۂ انور ایک گلزار، علم و معرفت اور تسکین و سرور کا گلستان پُر بہار تھا۔ سب بے تاب تھے۔ اور سب کی بس ایک ہی تمنا تھی کہ اس گلزار پُر بہار کو تمام عمر یونہی دیکھتے رہتے اور ہمیشہ ہمیشہ اس کی بہاریں لوٹتے رہتے۔

کوئی دس بجے جنازہ اٹھنا تھا ۹ بجے جامع مسجد دارالعلوم میں علماء کرام کی مختصر تقاریر کے بعد جب لوگ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے مصافحہ کے لئے چل پڑے تو احقر چند رفقاء کو ساتھ لے کر جنازہ گاہ آرمی گراؤنڈ کی طرف چل دیا کہ وہاں ساڑھے نو بجے سے سٹیج ڈیوٹی احقر کی لگائی گئی تھی۔ ہم سڑک پر آئے تو ازدحام کا وہی عالم، سڑک پر جانب مشرق جنازہ گاہ کی جانب بس سر ہی سر ہلتے نظر آتے تھے۔ ٹریفک جام تھی، انسانوں کا سیلاب تھا جو امڈ آیا تھا دارالعلوم میں ڈیوٹی پر متعین کارکن لوگوں کو جنازہ گاہ پہنچنے کی ہدایت کر رہے تھے کہ خود دارالعلوم کے احاطوں میں مزید کسی شخص کے در آنے کی گنجائش نہیں تھی خود میرے لئے اب اس قدر بے قابو ازدحام کی وجہ سے جنازہ گاہ پہنچنا دوبھر ہو گیا۔ واقف کار ساتھیوں نے شہر کے مختصر راستوں سے جنازہ گاہ پہنچنے کی ترکیب بنائی۔ ہم دیوانہ وار دوڑ پڑے جن راستوں کو ہم نے خالی سمجھ کر اپنایا تھا وہ بھی انسانوں کے ہجوم سے اٹے پڑے تھے۔ دس منٹ کا مختصر راستہ آدھ گھنٹہ میں طے ہوا۔ اور ہم جنازہ گاہ پہنچ گئے۔ آرمی گراؤنڈ کا بطور جنازہ گاہ انتخاب ہوا تھا کہ اکوڑہ اور ملحقات کی تمام

جنازہ گاہیں اپنی تنگ دامنی کے پیشِ نظر معذرت خواہ تھیں۔ برادر گرامی قدر مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب نے اپنے رفقاء سمیت رات بھر کی محنت سے نمازِ جنازہ کی صف بندی کے لئے لائنوں کے نشان، سٹیج کا انتظام و حفاظت، اکابر علماء اور مشائخ اور قومی رہنماؤں کو اگلی صفوں میں پہنچانے اور جگہ دینے کا اہتمام، دور دراز سے آنے والے قافلوں، بسوں، موٹروں، ویگنوں اور کاروں کے لئے پارکنگ کا تعین۔ رہنما بینروں اور کتبوں کی لکھائی اور مناسب مقامات پر ان کا آویزاں کرنا۔ جنازہ گاہ میں پہنچنے کے لئے مختلف راستوں کا تعین۔ پینے اور وضو کے پانی کا بندوبست اور اس نوعیت کے ضروری امور کی تشکیل میں جس تندہی جبتی اور سلیقہ مندی کا مظاہرہ کیا تھا اور پھر جس طرح وہ اس میں کامیاب رہے اسے بھی کارکنوں کے خلوص اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی کرامت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ورنہ اتنے بڑے اجتماع اور بے پناہ ازدحام میں نظم و ضبط اور سلیقے اور ضابطے کو کون ملحوظ رکھ سکتا ہے بہرحال احقر جب جنازہ گاہ پہنچا تو ۱۰ بج چکے تھے۔ شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ مگر وارفتگی اور اشتیاق اور فرطِ جذبات کا یہ عالم کہ لوگ آپس میں بھنچ چکے ہیں۔ پسینہ پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ جنازہ گاہ کے آخری کناروں تک لوگ ہی لوگ نظر آرہے ہیں اور اس کے ساتھ چہار طرف سے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا امڈ آنے والا سمندر، اس پر مستزاد، احقر نے لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ صبر و تحمل، وقار اور دعا و استغفار کی اپیل کی۔ اور بتایا کہ جنازہ دارالعلوم سے اٹھ چکا ہے۔ اتنے بڑے اجتماع و ازدحام پھر شدت کی گرمی اور اپنے محبوب کے لئے اضطراب و انتظار میں کون کسی کی سنتا ہے، مگر یہ شیخؒ کی کرامت تھی کہ سب نے بات توجہ سے سنی اور ہماری درخواست پر جو جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا۔ یہاں پر پھر اکابر علماء اور مشائخ کی مختصر تقریریں ہوئیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حسن جان مدظلہ نے انہیں اپنے دور کا عظیم محدث بے باک مجاہد۔ اور مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ نے شہید علم قرار دیا اور ان کے علمی، دینی، قومی و ملی اور سیاسی کردار کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

ادھر ٹھیک دس بجے دارالحدیث سے حضرت قائد شریعتؒ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو بے اختیار لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ جسدِ مبارک کو ایک سادہ چارپائی پر رکھا گیا تھا جس کے دونوں بازوؤں پر لمبے بانس باندھ دئے گئے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو کندھا دینے کی سعادت حاصل ہو سکے۔ جنازہ کو دارالحدیث سے باہر لانے کے بعد ایک پک اپ ڈاٹسن پر رکھ دیا گیا۔ اور جنازہ کا جلوس ڈیڑھ میل کا فاصلہ سوا گھنٹہ میں طے کر کے جب سوا گیارہ بجے جنازہ گاہ میں حضرت شیخ الحدیث کے جنازہ کی دور سے جھلک دکھائی دی تو مجمع کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ لوگ دیوانہ وار ادھر لپک پڑے مگر وہاں پہلے سے اس قدر ازدحام تھا کہ کسی کے در آنے کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔

حضرت شیخ الحدیث کے صاحبزادے مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق جنازہ کے جلوس کے ہمراہ تھے۔ جلوس میں بھی شرکاء کا ازدحام بے مثال تھا اور جب جنازہ کا جلوس دارالعلوم سے جانب مشرق آرمی گراؤنڈ کی طرف روانہ ہوا، جلوس کیا تھا؟ ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، ایک سیل بے پناہ، جنازے کے جلوس کا پہلا سرا جنازہ گاہ پہنچ چکا تھا مگر انتہا ابھی دارالعلوم سے

بھی منقطع نہیں ہوئی تھی۔ اور اس دوران بھی پنڈی اور پشاور دونوں جانب سے آنے والے قافلے کے قافلے آکر شریک ہوتے رہے۔ ادھر نماز جنازہ پڑھی جانے لگی۔ ادھر آنے والے قافلوں اور سڑک پر جنازہ میں شرکت کرنے والے محبین کا وہی ایک منظر ـــ اکابر علماء، مشائخ، سیاسی رہنما، دینی مدارس کے اساتذہ و طلبہ، وکلاء، صحافی، ڈاکٹرز، پروفیسروں، صنعت کاروں۔ قومی قائدین۔ افغان مجاہدین۔ افغان قیادت اور ہفت گانہ اتحاد کے مرکزی رہنما اور ساتوں جماعتوں کے امراء اور زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے اہل اسلام۔ مرکزی اور صوبائی وزراء۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے سابق ممبروں۔ ممبران سینٹ۔ حکومتی اداروں کے آفیسر۔ غرض جس کو جہاں بھی دو پاؤں جمانے کی جگہ ملی اسے غنیمت سمجھا۔

اکابر علماء، مشائخ، بزرگانِ دین، اساتذۂ علم، پیرانِ طریقت، اہلِ قلوب، خطباء ملت اور طلبۂ علوم نبوت اگر ان حضرات میں سے صرف مشاہیر اور سرآمد روزگار شخصیات کے نام بھی لکھے جائیں تب بھی صفحات کے صفحات ناکافی ہوں گے۔ کہ جنازہ کی اصل متاع، وسیلۂ نور، ولمعانیت، کیف و سرور اور روحانیت تو ان ہی کے دم سے تھی کیونکہ حضرت شیخ کے اصل محبین، صادقین اور مخلصین والہین تو یہی حضرات تھے تاہم سیاسی اور قومی اعتبار سے جنازہ میں شرکت کرنے والے چند ممتاز شخصیات کے نام یہ ہیں۔

مسلم لیگ کے سربراہ فدا محمد خان۔ وفاقی وزیر برائے مذہبی امور مولانا وصی مظہر ندوی۔ سابق وزیر اطلاعات راجہ ظفر الحق۔ وفاقی وزیر زراعت سرتاج عزیز۔ امیر جماعت اسلامی مولانا قاضی حسین احمد۔ سابق امیر میاں طفیل محمد سابق گورنر سرحد نصیر اللہ خان بابر۔ محمد یوسف خان خٹک۔ میاں محمد اقبال۔ صوبائی وزیر مولانا عبدالباقی نیشنل عوامی پارٹی کے سربراہ خان عبدالولی خان حاجی غلام احمد بلور۔ جناب فرید خان۔ مولانا فضل الرحمن۔ ہفت گانہ اتحاد افغانستان کے تمام مرکزی رہنما، حزب اسلامی کے سربراہ مولوی محمد یونس خالص۔ افغان عبوری حکومت کے سربراہ انجنیئر احمد شاہ اتحاد اسلامی افغانستان کے سربراہ عبدرب الرسول سیاف۔ حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے سربراہ مولوی محمد نبی محمدی سابق وفاقی وزیر نثار محمد خان۔ افغان عبوری حکومت کے وزیر اطلاعات مولانا یاسر خان۔ انقلاب اسلامی افغانستان کے سربراہ مولانا نصر اللہ منصور۔ جمعیت اہل السنۃ پاکستان کے قاری عبدالعزیز جلالی۔ سید الخطاط پیر طریقت سید نفیس الحسینی۔ پیپلز پارٹی سرحد کے صدر آفتاب شیر پاؤ۔ جماعت اسلامی صوبہ سرحد کے امیر مولانا گوہر رحمان۔ شیخ الحدیث مولانا حسن جان حضرت العلامہ قاضی زاہد الحسینی۔ پیر طریقت حافظ غلام حبیب۔ فقیہہ العصر مولانا مفتی محمد فرید۔ شیخ الحدیث مولانا ایوب جان بنوری۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما مولانا محمد اجمل خان۔ صوبہ پنجاب جمعیۃ کے امیر مولانا میاں محمد اجمل قادری۔ خدمت انسانیت پارٹی کے کنوینر محمد سلیم خان لغاری۔ مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق کے صاحبزادے اعجاز الحق۔ مولانا محمد احمد مردان مولانا محمد امیر بجلی گھر۔ متحدہ سنی محاذ پاکستان کے صدر مولانا مفتی احمد الرحمن۔ اقراء ڈائجسٹ کے مدیر مولانا محمد جمیل خان وفاق المدارس پاکستان کے ناظم مفتی محمد انور شاہ۔ عالمی تبلیغی جماعت کے مرکزی اکابر جناب مولانا عبدالوہاب۔ جناب

مولانا محمد جمشید۔ مولانا محمد احسان۔ ممتاز روحانی شخصیت پیر غلام محمد آف مری۔ مولانا صدر شہید۔ سابق ایم پی اے ختم نبوت کے نامور مبلغ مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ مولانا شہید احمد۔ جمعیۃ اشاعت التوحید کے صدر مولانا قاضی احسان الحق۔ مولانا قاری محمد امین۔ مولانا قاری سعید الرحمٰن۔ مولانا عبدالستار تونسوی۔ صوبہ پنجاب جمعیۃ کے ڈپٹی سکریٹری جنرل مولانا عبدالرحمٰن قاسمی۔ سابق ایم این اے کرنل ریٹائرڈ سلطان علی شاہ۔ مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد۔ احمد حسین زبیر۔ یہ ہزاروں میں چند کے نام نقل کر دئیے ہیں۔ جن پر نظر پڑی اور فوراً نوٹ کر لیا۔

جب ساڑھے گیارہ بجے قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جسدِ اقدس کو سٹیج پہ رکھا گیا تو ملک بھر سے آئے ہوئے مشائخ و اکابرین، معززین شہر اور دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے نمائندہ اراکین کی تجویز کے مطابق وہاں پر موجود اکابر علماء، مشائخ، معززین شہر اور دارالعلوم کی شوریٰ کے اراکین نے جب قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے جانشین اور دارالعلوم کے مہتمم کے طور پر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سر پر دستار رکھی اور مولانا انوار الحق مدظلہ کو نائب مہتمم مقرر کیا گیا۔ اور جب سٹیج سے یہ اعلان ہوا کہ مولانا سمیع الحق مدظلہ کے سر پر باندھی جانے والی یہ وہی دستار ہے جس میں حضرت قائد شریعتؒ کا انتقال ہوا ہے۔ مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق تو نڈھال تھے ہی کہ مجمع بھی صبر و استقامت اور تحمل و برداشت کے لحاظ سے بے قابو ہو گیا اور لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور کئی لمحے پورے مجمع پر گریہ و بکا کی کیفیت طاری رہی۔

شدت کی گرمی اور چلچلاتی دھوپ اور لوگوں کی والہانہ جنازہ میں شرکت اور قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کی مغفرت اور ایصالِ ثواب مرحوم کے لئے اخروی ترقیات اور باقیات صالحات اور ایک یقینی اور قطعی صدقہ جاریہ ہے کے لئے رفع درجات کے لئے دعائیں اپنی جگہ مسلّم، عقیدت مندوں مخلصین و محبین، علماء و طلبہ دین کی دعا ہائے مگر جو اہل اللہ ہوتے ہیں تو ان کا وجود مسلمانوں، تمام عالمِ انسانیت، بلکہ ذی روح اور غیر ذی روح سب کے لئے موجب راحت و آرام اور ذریعہ بقا ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیثؒ بھی ایسی ہستیوں کے فرد کامل تھے جن کے لئے ع

"ملاء اسفل و اعلیٰ ہیں ثنا خواں دونوں"

کی واقعیت ظہور پذیر ہوتی ہے۔

حضرت قائد شریعت کے لئے بھی یقیناً تمام مخلوق الٰہی دعا کرتی رہی۔ الصادق الامین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

یدعوا لھم خلق اللّٰہ حتی الحیتان فی جوف الماء۔

ان کے لئے اللہ کی تمام مخلوق دعائیں کرتی ہیں حتیٰ کہ پانی کی گہرائیوں والی مچھلیاں بھی ان کے رفع درجات کی دعا کرتی ہیں۔

جس کا ایک واقعاتی منظر اور منظر ہزاروں لوگوں نے یہ دیکھا کہ جب قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کا جسدِ اطہر

جنازہ گاہ لایا گیا تو ہزاروں ابابیل صف بستہ ہو کر جنازہ گاہ کی حدود میں مجمع پر چھا گئے۔ اور والہانہ انداز میں جسد اقدس پر فضا میں محو دید ہو گئے۔ اور جب نماز جنازہ ختم ہوئی اور جسد اقدس لے جایا جانے لگا تو ابابیل بھی رخصت ہو گئے۔

اس موقعہ پر جناب شبیر شاعر جذبی کے مرثیہ سے چند منتخب اشعار نقل کر دئے جاتے ہیں جو انہوں نے شیخ الحدیث محمد زکریاؒ کے حادثۂ انتقال پر کہے تھے۔ جو قائد شریعت حضرت شیخ الحدیثؒ کے حادثۂ ارتحال پر بھی بلا مبالغہ صورت واقعہ کی صحیح تصویر اور زخمی دلوں کی صحیح ترجمانی اور تعبیر ہیں۔

اک جنازہ جا رہا ہے دوشِ عظمت پر سوار
پھول برساتی ہے اس پر رحمتِ پروردگار

غیرتِ خورشید عالم ہے کفن کا تار تار
ابر گوہر بار کے اندر ہیں دُرِ شہسوار

نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار
آفتابِ علم و تقویٰ چھپ گیا زیرِ مزار

شمعِ محفل بجھ گئی باقی ہے پروانوں کی خاک
اب نہ تڑپے گی کبھی محفل میں دیوانوں کی خاک

عمر بھر کرتا رہا وہ خدمتِ دینِ رسولؐ
جان و دل میں بھر رہی تھی الفتِ دینِ رسولؐ

عشق نے ہو کر فنا، پائے مقاماتِ بلند
عشق ہے دونوں جہاں میں کامیاب و ارجمند

اے خوشا قسمت کہ حسرت ہو گئی اس کی قبول
تا ابد سوئے گا عاشق زیرِ دامانِ رسولؐ

دردمندوں کی دوا ہے عشقِ محبوبِ خدا
کاش مل جائے مجھے بھی عشقِ نورِ مصطفےٰؐ

جان و دل کا نور ہو شمعِ شبستانِ رسولؐ
رات دن چھٹتے رہیں سینہ میں ہیزم کے ببول

اے خدائے دو جہاں، اے مالکِ عرشِ عظیم
اے کریم کارساز اے ربِ رحمٰن و رحیم

رحم تیرا بے کراں ہے فضل تیرا بے حساب
بخش دے جذبی کو بھی کچھ دردِ سوز و اضطراب

جسدِ اطہر کو گاڑی پر لاد کر دار الحفظ کے جنگلہ نما گیٹ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ خدام اور محبین پنکھا جھلاتے تھے اور ہزاروں عشاق قطار بنا کر ایک جھلک دیکھنے کے لئے اپنے اپنے نمبر پر محو دید تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور مولانا انوار الحق دیوان گان شیخ عبدالحقؒ کے جلوس کے ساتھ پیدل جنازہ گاہ سے جب دار العلوم پہنچے تو دار الحفظ کے سامنے احاطہ قبرستان میں تدفین کا عمل شروع ہو گیا۔ یہ منظر بھی دیدنی اور صد درجہ حسرت ناک تھا جب حضرتؒ اقدس کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا تو لوگوں نے اپنے محبوب رہنما، اپنے مہربان استاد، ایک بے مثال شیخ ایک عظیم محسن و مربی، ائمہ امت اور اسلاف کے علوم کے امین۔ اسلام کا چلتا پھرتا نمونہ اور عجز و انکسار اور سراپا شفقت و پیار کے پیکر مجسم کے داغ فراق پر یہاں بھی مجمع بے قابو ہو گیا۔ صبر و ضبط اور تحمل و برداشت کے بندھن

لوٹ گئے۔ لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ تاہم آہ و بکا اور بے قراری و اضطراب کے باوجود تمام حاضرین باآواز بلند استغفار اور کلمہ طیبہ کا ورد بھی جاری رکھے ہوئے تھے۔ ادھر مٹی ڈالی جا رہی تھی ادھر سسکیاں بندھ چکی تھیں آوازیں رندھ چکی تھیں۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ دل زخمی اور غمزدہ تھے۔ حضرتؒ کے بعد آپ جیسی جامع الکمالات شخصیت کوئی بھی نظر نہیں آتی۔ آپ اکابر علماء دیوبند کے کاروانِ حق کی آخری کڑی تھے۔

تدفین کے بعد

تدفین کے بعد ہر شخص غم و اندوہ اور فراقِ شیخؒ کے تصور سے نڈھال تھا۔ حضرت مولانا سمیع الحق نے رندھی ہوئی اور لرزتی آواز کے ساتھ دو تین منٹ کے مختصر خطاب میں لوگوں کو صبر اور رضا بالقضاء رہنے اور حضرت اقدس شیخ الحدیثؒ کی مساعی اور مشن کی تکمیل میں سرگرم رہنے کی تلقین فرمائی۔ لوگ غمزدہ دل، نڈھال حالت اور لڑکھڑاتے پاؤں کے ساتھ کلمہ طیبہ، استغفار اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے واپس ہوئے ؎

ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں روشنی خاموش ہے　　جگمگاہٹ جس کے دم سے تھی وہی خاموش ہے

خون کے آنسو رواں ہیں اہل دل کی آنکھ سے　　آہ اے عبرت! چراغِ زندگی خاموش ہے

اپنے ایک مہربان اور رفیق کے الفاظ میں کہ حضرت شیخ کیا گئے بلکہ "روٹھ گئے دن بہار کے"، علم کا آفتاب غروب ہو گیا۔ عمل کی دنیا اجڑ گئی۔ حلم و حیا، زہد و تقویٰ، اخلاص و دیانت اور شرافت کا دور لد گیا۔ معرفت کا قلزم رک گیا، دینی سیادت اور سیاست کی بساط الٹ گئی۔ جہاد، عزیمت اور ہمہ پہلو دینِ اسلام شریعت و طریقت کی جامع کتاب بند ہو گئی۔

تدفین سے فراغت ہوئی تو ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز پڑھی گئی تو صدرِ پاکستان جناب غلام اسحاق خان صوبائی وزیر اعلیٰ جناب جنرل فضل حق، گورنر سرحد جناب امیر گلستان جنجوعہ۔ وفاقی وزیر اطلاعات الٰہی بخش سومرو۔ بذریعہ ہیلی کاپٹر دارالعلوم آئے۔ اپنے سرکاری اعزازات کے مطابق حضرتؒ کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور وہاں دعائے مغفرت کرنے کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق اور برادران سے تعزیت کرنے کے لیے دارالعلوم حاضر ہوئے